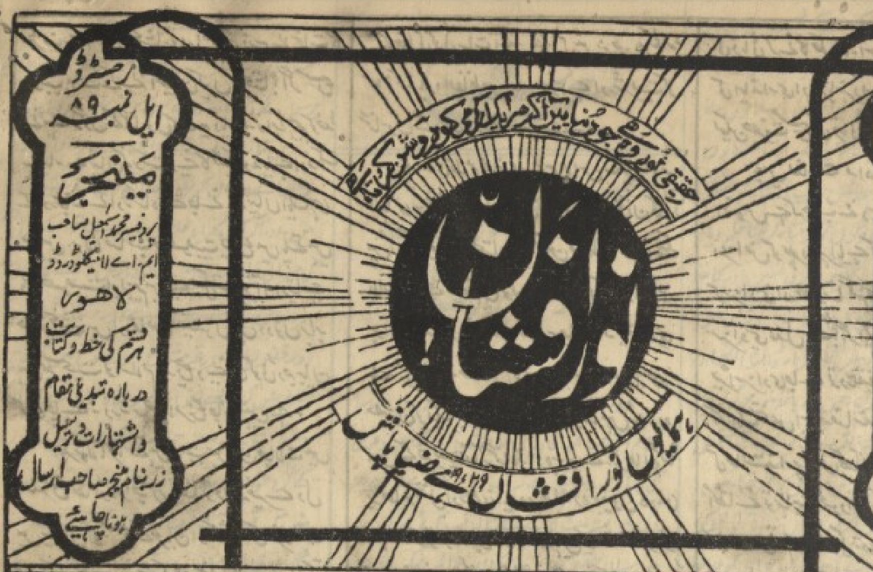


جلد ۵۷ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے - ۲۴ مئی ۱۹۲۵ء | نمبر ۲۱

شعر و سخن

عرض حال

(از قلم صداقت رقم ڈاکٹر صادق علی صاحب کپورتھلوی)

خلاق ہوں میں دل سے یسوع کے جمال کا
شہرہ ہے سب جہاں میں جسکے کمال کا

کلمہ ہے وہ خدا کا جو ہے خالق جہان
اور روح بھی وہی ہے اُسی ذوالجلال کا

تھا وہ ازل میں اور رہیگا ابد تلک
مظہر حیات کا ہے وہ ماحی ضلال کا

جو لفظ منہ سے کہتا ہے وہ ہے خدا کا نقطہ
کرتا نہیں بیان وہ اپنے خیال کا

بھیجا ہے جس نے اسکو یہ ہے اُسکا شکل
ان دو میں کوئی فرق نہیں خط و خال کا

وہ گلہ بان سب سے بڑا مہربان ہے
حق ہے وہی طریق وہی ہے وصال کا

حق کے بغیر ہو نہیں سکتی کبھی نجات
اس میں دخل نہیں ہو کسی قیل و قال کا

جو لذتوں میں دنیا کے رہتا ہے منہمک
بندہ نہیں خدا کا وہ ہے بندہ مال کا

جب ایک ہی خدا ہے وسیلہ بھی ایک ہی
پھر دوسرا طریق نہیں ہے وصال کا

داؤد و انبیاء نے کریں پیشگوئیاں
جن میں نہیں ذرا بھی گمان احتمال کا

اب عذر تم کرو کہ نسا باقی ہے بھایو
کرتے نہیں ہو فکر جو ل کرمال کا

واعظ تو خوب ہوتا ہے پر خوب تر ہو وہ
جو نکتہ چین ہووے خود اپنے ہی حال کا

سچا مسیحی وہ ہی ہے جو حکم پر چلے
خواہ ہو فرانس کا وہ یا ہو پرتگال کا

اُمید ہے معاف کرینگے مجھے وہ دوست
جن کے لئے یہ قول ہو موجب ملال کا

نور افشان

۲۴ مئی ۱۹۲۵ء - لاہور

نجات از روئے انجیل و قرآن

عالی جناب ڈاکٹر صادق علی صاحب کپورتھلوی نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس مضمون کو جو میرے رسالہ "میں کیوں مسیحی ہو گیا" کے جواب میں تھا اور جس کا جواب الجواب نور افشاں کے گذشتہ نمبروں میں شائع ہو چکا ہے ناکافی اور کمزور سمجھ کر خود جواب دینے کی کوشش کی جسکی یہ ساتویں قسط ہے۔ (ایڈیٹر)

اب سوال یہ ہے کہ اگر مولانا صاحب کو یسوع کے ذریعہ سے نجات حاصل کرنے کی

طرف سے اطمینان بخشا۔ تو ابراہیم کے فدیہ نے نجات کا موجب ہونے کے لئے اطمینان کیوں نہ بخشا؟ اگر مسیح نے بہت لوگوں کے گناہوں کا فدیہ دیا ہے۔ تو ابراہیم کو خدا نے سارے جہان کو برکت دینے کا ٹھیکہ دیدیا ہے اور برکت کے اور نجات کے اور گناہ بخشے جانے کے یہاں ایک ہی معنے ہیں۔ مولانا صاحب جو خصوصیت یسوع میں پاتے ہیں وہی خصوصیت ابراہیم میں ہے جسکی تعلیم قرآن دیتا ہے۔ جب بخشنے میں اور خاص فضیلتوں میں دونوں برابر ہیں پھر مسیحیت کو اسلام پر ترجیح دینے کی کوئی وجہ بیان کرنی چاہئے۔ ورنہ ترجیح بلا مرجح جائز نہیں ہے۔

پھر مولانا فرماتے ہیں کہ جب میں ان خیالات میں مستغرق تھا اور مراقبہ کر رہا تھا تو دفعۃً میرے دل میں یہ خیال آیا۔ مسیح کے قربان اور کفارہ کی ضرورت تھی؟ کیا وہ جان دینے کے بغیر نجات نہیں دے سکتا تھا؟ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد مجھ کو اس کا جواب ملگیا۔ خدا رحیم بھی ہے اور عادل بھی ہے۔ اگر یسوع جان دینے کے بغیر نجات دینے کا وعدہ کر لیتا تو رحم کا مقتضا تو پورا ہو جاتا۔ مگر عدل پورا کرنے کے لئے مسیح نے اپنا قیمتی خون فدیہ میں دیا۔ اس طرح سے خدا نے ہم سے محبت رکھنے کا اظہار کیا۔ "اس بات میں محبت ہے ہم نے خدا سے محبت نہیں کی بلکہ خدا نے ہم سے محبت کی کہ اپنے بیٹے کو ہمارے گناہوں کا کفارہ ہونے کے لئے بھیجا۔" یہ خیال کہ خدا نے اپنا عدل قائم رکھنے کے لئے اپنے بے گناہ بیٹے کو گناہگاروں کے عوض میں موت کا عذاب برداشت کرنے کو بھیجا۔ یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ ایک کے بدلے دوسرے کو سزا دینی اور خصوصاً گنہگاروں کے بدلے بے گناہ کو سزا دینی عدل ہے؟ اسکی نسبت تو خدا رحم ہی دکھلاتا تو بہتر تھا۔ بجائے اس کے کہ عدل کی بجائے ظلم کا ارتکاب کیا۔ معاذ اللہ ایسے کلمے زبان سے نکالنے کفر کی بات ہے۔ مگر یہ میرا اعتقاد نہیں ہے۔ دوسروں کے اعتقاد سے جو بات لازم آتی ہے اُس کا بیان کیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد مولانا صاحب رومیوں

کے خط کی کوئی سات آیتیں نقل کی ہیں۔ جن میں کفارہ کا ذکر زیادہ الفاظ میں بیان ہوا ہے اور شریعت کو گناہوں کے بڑھانے کا موجب بتلایا ہے۔

سارا ہی کلام مجازی ہے میں اس کے سچ اور الہامی ہونے میں شک نہیں کرتا ہوں۔ مگر قرآن کی ہدایت میں اُسکے صحیح معنے سمجھتا ہوں۔ لیکن مولانا صاحب اسکے ظاہری معنے لیتے ہیں تو مہربانی کر کے ایک سوال کا جواب مرحمت فرمائیں اگر معلوم ہو جائے کہ یہ ظاہری معنے صحیح ہیں۔ مقدس پولس اسی خط میں اسی مضمون کو ایک جگہ اس طرح بیان کرتے ہیں "علاوہ اس کے شریعت آ گئی تاکہ گناہ زیادہ ہووے۔ مگر جہاں گناہ بڑھا تو فضل اور بھی زیادہ بڑھا" (رومیوں ۵: ۲۰) اس بات کو تو مولانا بھی اتنا مانتے ہیں کہ اللہ نے موسیٰ کی معرفت شریعت بھیجی تھی تو اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ خدا نے شریعت اسلئے بھیجی تھی کہ لوگ زیادہ گناہ کریں۔ اور لوگوں کے زیادہ گناہ کرنے کے سبب خدا کا فضل زیادہ ہوا یعنی مسیح کا کفارہ آیا۔ کیا مولانا صاحب خدا نے خود ہی گناہ بڑھانے کا سامان بھیجا اور پھر اپنے کئے کی تلافی کی کہ کفارہ بھیجا۔ پھر محبت کہاں رہی؟

قرآن نے ہدایت کی ہے کہ متشابہات آیات پر صرف ایمان لے آیا کرو اور اُسکی تاویل اور کیفیت معلوم کرنے کے درپے نہ ہوا کرو۔ اُنکی تاویل خدا کے اور بڑے عالموں کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

نور افشان۔ جناب عالی! حضرت مسیح کی قربانی اور فدیہ سے اس لئے مجھ کو اطمینان حاصل ہوا کہ اُن کی قربانی اور فدیہ خاص گناہگاروں کو اُن کے گناہوں سے چھٹکارا دینے کے لئے تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو قربانی گذرانتے میں یہ بات نہ تھی۔ اس لئے خدا نے حضرت ابراہیم کو اپنے بیٹے کی قربانی گذرانتے سے روکا اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بدلہ میں ایک مینڈھے

کی قربانی کرنے کا حکم دیا۔ اس سے ابراہیم علیہ السلام کی ایمانداری اور فرمانبرداری کا اظہار مقصود تھا۔ لیکن حضرت مسیح کی قربانی گناہوں کے معاوضہ میں تھی۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

افسوس ہے کہ جناب نے وہی مُلایانہ اور دور از حقیقت اعتراض کو پھر دوہرایا ہے کہ "ایک کا بدلہ دوسرے کو سزا دینی اور خصوصاً گنہگاروں کے بدلے بے گناہ کو سزا دینی عدل ہے؟" اگر ایک کو دوسرے کے بدلے میں جبراً سزا دی جائے تو درحقیقت معیوب اور ظلم ہے لیکن اگر ایک شخص اپنی رضامندی اور خوشنودی سے دوسرے کی حالت زار پر ترس کھا کر اُن کے عوض میں تکلیف اُٹھائے تو نہایت محمود اور پاکیزہ ترین فعل ہے۔ مسیح کا کفارہ اسی قسم کا تھا جسکی متعدد مثالیں ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے جواب میں پیش کی ہیں وہاں آپ ملاحظہ فرماویں۔

یہاں میں ایک اور جدید اور سچی تاریخی مثال آپکی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ اس سے آپ کو تسلی ملجائیگی وہ یہ ہے۔

"الایثار"

مِنْ عَجَائِبِ مَا ذُكِرَ فِي الْإِيثَارِ مَا حَكَاهُ أَبُو مُحَمَّدٍ الْأَزْدِيُّ۔ قَالَ لَمَّا احْتَرَقَ الْمَسْجِدُ بِمِصْرَ ظَنَّ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ النَّصَارَى أَحْرَقُوهُ فَأَحْرَقُوا خَانَاتِهِمْ۔ فَقَبَضَ السُّلْطَانُ عَلَى جَمَاعَةٍ مِنَ الَّذِينَ أَحْرَقُوا الْخَانَاتِ وَكَتَبَ رِقَاعًا فِيهَا الْقَطْعُ وَالْجَلْدُ وَالْقَتْلُ وَنَثَرَهَا عَلَيْهِمْ فَمَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ رُقْعَةٌ فُعِلَ بِهِ مَا فِيهَا فَوَقَعَتْ رُقْعَةٌ فِيهَا الْقَتْلُ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَالَ۔ وَاللهِ مَا كُنْتُ أُبَالِي لَوْلَا أُمٌّ لِي۔ وَكَانَ بِجَنْبِهِ بَعْضُ الْفِتْيَانِ۔ فَقَالَ لَهُ۔ رُقْعَتِي الْجَلْدُ وَلَيْسَ لِي أُمٌّ۔ فَخُذْ أَنْتَ رُقْعَتِي وَأَعْطِنِي رُقْعَتَكَ فَفَعَلَ فَقُتِلَ ذَالِكَ الْفَتَى وَتَخَلَّصَ هَذَا الرَّجُلُ۔

(للطرطوشی)

ترجمہ۔ جان نثاری کی سب سے عجیب حکایت وہ ہے۔ جسکو ابو محمد ازدی نے بیان کیا ہے۔ ابو محمد ازدی کہتا ہے کہ جب مردمیں ایک مسجد جل گئی تو مسلمانوں نے گمان کیا کہ عیسائیوں نے یہ کام کیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں نے عیسائیوں کی دکانیں جلائیں۔ جب بادشاہ کو اسکی خبر ہوئی تو انہوں نے ان لوگوں کو گرفتار کرنیکا حکم دیا۔ جنہوں نے عیسائیوں کی دکانیں جلائی تھیں اور کاغذ کے پرزے لیکر کسی میں قطع (ہاتھ کاٹنا) اور کسی میں جلد (درا مارنا) اور کسی میں قتل (مار ڈالنا) لکھا اور ان پرزوں کو سب پر تقسیم کیا جس کے ہاتھ میں جو پرزہ اپڑا اسی کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کیا گیا۔ ایک شخص کے ہاتھ میں وہ پرزہ اپڑ گیا۔ جس میں قتل کا حکم تھا۔ اس شخص نے کہا قسم خدا کی اگر میری ماں نہ ہوتی تو مجھ کو کچھ پرواہ نہ تھی۔ اس شخص کے پاس ایک جوان کھڑا تھا جسکے پرزے میں درے کا حکم تھا۔ اس نے کہا کہ میری ماں نہیں ہے۔ اس لئے اپنا رقعہ مجھ کو دو اور میرا رقعہ تم لے لو اور اُس نے ایسا ہی کیا اور وہ جوان **اُس کے عوض میں مارا گیا اور یہ شخص چھوٹ** گیا" (طرطوشی)

کیا آپ کے نزدیک اس شخص کا یوں جان دیدینا معیوب تھا۔ جسکو علامہ طرطوشی عجیب ترین جان نثاری فرماتے ہیں۔

مقدس پولوس کا مقصد یہ ہے کہ گناہ شریعت کے برخلاف کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر شریعت نہ ہوتی تو گناہ بھی نہ ہوتا۔ چونکہ شریعت دینے والا خدا ہے۔ اسلئے گناہوں کا علاج کرنے والا بھی خدا ہے۔ جس نے اپنے فضل سے اپنے اکلوتے بیٹے کو بھیجا تاکہ گنہگاروں کے عوض میں اپنا خون بہائے۔ اب یقین ہے کہ جناب نے اس مختصر بیان سے کفارہ کا مقصد و مدعا سمجھ لیا ہوگا۔ اور اس جواب پر آپ کی تسلی ہوئی ہوگی۔

نور افشاں کی توسیع اشاعت میں نہایت سرگرم کوشش کیجئے۔

لمعات

مسیح صاحب قادیانی کے دعاوی پر ایک نظر

(۴)

نور افشاں کی گذشتہ تین اشاعتوں میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی غفراللہ ذنوبہ کے اس دعویٰ کی کافی تردید ہو چکی ہے کہ آپ اس لئے کتم عدم سے حیز وجود میں تشریف لائے تھے تاکہ آپ کی زندگی ہی میں مسلمان حقیقی معنوں میں مسلمان بنجائیں لیکن افسوس ہے کہ آپ کی یہ تمنا پوری نہ ہونے پائی اور ملک الموت نے آپ کی تمام حسرتوں کا خون کرکے آپ کو بصد یاس و حرماں **مقبرہ بہشتی** کی چاردیواری کے اندر تہ خاک سپرد کر دیا۔ جس پر آج تک حضرات قادیانی آپ کی نامرادیوں کو یاد کرکے خون کے آنسو روتے ہیں۔ آج اسی سلسلہ کی چوتھی کڑی آپ کے پیش نظر ہے۔

ایک اور قادیانی جسکا نام ہدایت اللہ ہے **"رسمی مسلمان اور قبر پرستی"** کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ:-

رسمی مسلمان اور قبر پرستی "اس زمانہ کے لوگ صرف رسمی مسلمان رہ گئے۔ قرآن کریم کا علم۔ فہم اور اُس پر عمل مطلق نہ رہا۔ طرح طرح کی بدعات اور رسموں میں گرفتار ہو گئے اور ایسا مضبوط اُن کو پکڑا کہ وہ شرک کی حد تک پہنچ گئیں۔ نماز اور روزہ و دیگر احکام شرعی صرف ایک رسم کے رنگ میں رہ گئے۔ ظاہری طور پر ادا ہونے لگے۔ جنکا دل پر کوئی اثر نہیں اور اکثر خلائق میں ظاہری طور پر بھی نہ رہے۔ صرف نام کے مسلمان رہ گئے۔ بہت سی بدعات اور مشرکانہ خیالات ہیں سے جو انکی طبائع میں راسخ ہو کر گویا جزو لاینفک ہو گئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ قبور اولیاء اللہ کی یا ایسے لوگوں کی قبور کی جنکو وہ بزرگ خیال کرتے ہیں ایسی تعظیم کرتے ہیں کہ جو سوائے ذات باری کے کسی کا حق نہیں۔ وہ ان پر نذریں نیازیں مانتے اور چڑھاوے چڑھاوے چڑھاتے اور ان کو نفع نقصان کا مالک تصور کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی مراد حاصل ہو جاوے تو اسکو ولی اللہ کی مہربانی خیال کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایسے بزرگوں کے مزاروں پر میلے اور عرس ہوتے اور رنگا رنگ کی بدعات اور فضولیات اور غیر مشروع امور وقوع میں آتے ہیں معلوم نہیں کہ ایسے لغو اور بیہودہ کاموں سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ بعض جہلا یہاں تک کرتے ہیں کہ قبروں کے گرد طواف کرتے اور اُن کو سجدہ کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور قبر کی طرف پُشت کرکے نہیں چلتے بعض لوگ جو بظاہر اہل علم اور معقول طبائع کے معلوم ہوتے ہیں اُن کا بھی یہ حال ہے کہ مزاروں پر جاتے اور انکو مرادیں دینے والے یا نفع نقصان پہنچانے میں بہت سی دسترس رکھنے والے خیال کرتے ہیں"

(اخبار بدر قادیان ۲۲ اپریل ۱۹۰۹ء)

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کی عربی دانی اور دھرم بھکشو کی عربی دانی کا مقابلہ

ہمارے محترم دوست اور معزز معاصر پیغام صلح کے ایڈیٹر صاحب کو . . . . جہاں عبرانی دانی کا دعویٰ ہے وہاں عربی دانی میں بھی اپنے آپ کو اسی طرح وحدہٗ لاشریک سمجھتے ہیں جس طرح آپ کے قبلہ و کعبہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بجمیع القفایہ کو لسن العربیہ یا اپنے زشت و کرخت الفاظ کے زیر و بم مصادرات سے اپنے لئے رسوائی و فضیحت کا سامان بہم پہنچایا۔ چنانچہ آپ دھرم بھکشو کی عربی دانی پر مضحکہ اڑاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آگے چلکر ارشاد ہوتا ہے۔ انا خلقت الانسان من سلسال وجعلنا

الارض بالجبال والهمت الشيطان الذی يدی آس والشهر رمضانؔ

واہ واہ فصاحت وبلاغت کے دریا بہا دیئے ہیں۔ انا کے جمع متکلم کے ساتھ خلقت کا واحد متکلم تو خیر ایک معمولی بات ہے جو ایسے اصل قرآن کا امتیاز خصوصی ہونا چاہیئے۔" (پیغام صلح مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۲۹ء ص۳)

احمدیوں کی عربی دانی کے متعلق ہماری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ اگر اُن کے لاکھوں جملوں میں ایک تلفظ بھی صحیح ہو اور اگر اُن کی عمر بھر کے لب ولہجے میں صرف ایک ہی بار عین و قاف کا صحیح تلفظ ادا ہو جائے تو بسا غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اُنکی پیٹھ ٹھوک ٹھوک کر اُن کی بے حد تعریف کرنا چاہیئے۔

لیکن اگر کسی مسلمان سے اور بالتخصیص اس مسلمان سے جو ایک سہ روزہ اخبار کا ایڈیٹر ہو اور اپنے آپ کو عربی میں لائق اور فائق سمجھتا ہو اور فدائے عربیت (مرزا صاحب) کے حلقہ بگوشوں میں ایک خاص رتبہ رکھتا ہو اور رات دن مفسر قرآن تقدس مآب مولوی محمد علی صاحب کے ساتھ شرف مکالمہ سے بہرہ اندوز ہوتا ہو۔ اور اسی زعم باطل میں کسی کی عربی پر جرح کرتا ہو۔ اور باایں ہمہ اوصاف کمالیہ اس سے ایسی قبیح غلطی سرزد ہو جائے جو طرم بھکتو احمدیہ بھی نہ کر سکتی ہو تو اسکو زہر کھا کر مر جانا چاہیئے۔ یعنے کم از کم اپنی جہالت اور حماقت پر نادم ہونا چاہیئے۔

پیغام صلح کی عبارت بالا میں ہم نے لفظ انا کو جلی لکھا ہے۔ جسکو آپ "جمع متکلم" لکھتے ہیں۔ جو سراسر غلط بلکہ اغلط ہے انا ضمیر مرفوع منفصل اور واحد متکلم ہے اسکی جمع نحن ہے۔ پس "انا خلقت" میں وہ غلطی نہیں ہے جسکو آپ نے اپنی غلطی سے غلط سمجھا ہے۔ سنیئے! ہم قرآن شریف میں سے ایک آیت پیش کرتا ہوں جو مجھے یقین ہے کہ آپ تو سمجھینگے نہیں لیکن اگر مولوی عصمت اللہ صاحب سے دریافت کریں۔ ممکن ہے وہ آپ کو سمجھائیں۔ وہ آیت یہ ہے۔ "اذ قال ابراهيم ربی الذی يحی ويميت قال انا احی وامیت"۔ (۲: ۲۶) جب ابراہیم نے کہا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تو نمرود نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ عربی جانتے نہیں۔ اس لئے آپ انا اور انا میں تمیز نہیں کر سکتے ہیں۔ اس لئے آپ امرتسر جا کر مولوی ثناء اللہ صاحب سے کچھ دنوں عربی کی تعلیم حاصل کیجئے۔

ہمارے محترم معاصر ایڈیٹر صاحب پرکاش لاہور پیغام جنگ (صلح کے چند ناپاک اور زہر آلودہ اقتباسات کے بعد جو بائیبل مقدس کے متعلق ہیں اور پیغام جنگ کے ایڈیٹر صاحب کے قلم ہیجان رقم کی تراوش ہیں نور افشاں کو بدیں الفاظ توجہ دلاتے ہیں کہ "معاصر نور افشاں کو اُن کی زبان درازیوں سے باز رکھنے کے لئے اُن کی گوشمالی ذرا زیادہ تیز رفتاری سے کرتے رہنا چاہئے۔" (پرکاش ۱۹ مئی ۱۹۲۹ء ص۷)

نور افشاں اپنے محترم معاصر کی خدمت میں گذارش کرتا ہے کہ "گوشمالی" اُن کی ہوتی ہے جن کے گوش یعنے کان ہوں۔ خدائے قادیان کی اس عجیب النوع خلقت میں ایک نمایاں خصوصیت یہی ہے کہ اُن کے کان نہیں ہوتے۔ اگر ان کے کان ہوتے تو اُن کی اسقدر فضیحت کیوں ہوتی؟

خوشخبری

ناظرین نور افشاں کو اطلاع دیجاتی ہو کہ کمترین کی درخواست پر مسیحی خبروں کے فراہم کرنے کا انتظام مسٹر موسےٰ خاں نے اپنے ذمہ منظور فرمایا ہے۔ جس کے لئے کمترین آپ کا بیحد متشکر ہے۔ اور ساتھ ہی آپ نے ہمیں یہ اعلان کرنے کی اجازت دی ہے کہ جس مسیحی بھائی کی ساری خبریں نسبتاً مفید اور دلچسپ ہوں اُنکی ٹکٹ وغیرہ اخراجات کے معاوضہ میں خانصاحب موصوف اُنکی خدمت میں دو روپیہ اور ایک روپیہ بطور نذر پیش کرینگے۔ امید ہے کہ مسیحی احباب مسیحی خبروں کے بھیجنے میں مستعدی سے کام لینگے۔

خاص مضامین

سوانح عمری

حضرت قبلہ وکعبہ عالی جناب معلےٰ لالقاب پادری جے۔ مکیم صاحب المعروف بہ غلام مسیح مرحوم مصنف رد تناسخ چشمۂ مذاہب کی پیدائش وغیرہ وغیرہ

مبارک ہیں وہی جیتے میں جو اب موت پاتے ہیں
کہ ہے آرام اُنہیں اعمال اُنکے ساتھ آتے ہیں

عموماً موت اس جُدائی کا نام ہے جو روح وبدن میں اپنے مقررہ وقت پر واقع ہوتی ہے۔ عزیز واقارب میں افتراق پیدا کرنا اس کا کام ہے اور جس طرح دنیا میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح اس سانحہ کے اثرات بھی مختلف نظر آتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو اس دنیا کے گرویدہ ہو رہے ہیں۔ اس بے وفا اور بے ثبات پر اپنی جانیں کھو رہے ہیں۔ اسکی جدائی اُنہیں شاق ہے کچھ دنوں اور بھی رو لیتے۔ یہ اُن کا اشتیاق ہے جیسے یہ مرنے والے ویسے ہی اُن کے ماتم کرنے والے جزع ہے فزع ہے بیقراری ہے۔ آہ ہے۔ بکا ہے۔ [illegible] ہے۔ یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے دنیا کے حاصل کرنے میں جانیں گنوا دیں۔ مرتے وقت ڈرتے ہیں کہ [illegible] کے بدلے جان آفریں کو کیا دینگے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو پیدا ہوئے تو خدا کے واسطے مر گئے تو خدا کے واسطے۔ انہوں نے سب کچھ اپنا مشیت ایزدی کے حوالہ کر دیا ہے۔ وہ بیمار ہیں تو خوش۔ تندرست ہیں تو خوش۔ راحت ہے تو خوش رنج ہے تو خوش۔ موت آئے تو جانے کو تیار۔ جئیں تو مستعد۔ دل بیاد و دست بکار۔ اُن کا شیوہ [illegible]



حوادث زمانہ اُن کے پائے استقلال کو ڈگمگا نہیں سکتے اُنہوں نے کُلیۃً طور پر اپنے آپ کو اور اپنے کل قوائے جسمانی و روحانی کو اسی خداوند کے لئے مخصوص و محفوظ کر دیا ہو جو اُن کے واسطے نہ صرف صلیب پر چڑھ کر کفارہ ہی ہو گیا بلکہ اپنی زندگی سے ایک کامل نمونہ بھی دے گیا۔ تاکہ وہ اسی کے نقش قدم پر چلتے رہیں۔ اُنہیں مقلدین مسیح عالمین سے ایک یہ ہیں جنکی مختصر سوانح عمری حضرات ناظرین کے لئے پیش کرتے ہیں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

مرحوم و مغفور

جناب فضیلت مآب پادری جیمس میکلین صاحب انجہانی اور رنگ نشیں آسمانی کے والد ماجد کا نام مسٹر ایڈورڈ میکلین تھا۔ آپ کے دادا مسٹر ٹامس ولیم میکلین یورپ میں اسکاٹلینڈ کے باشندے تھے۔ تجارت اُن کا آبائی پیشہ تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد معدلت مہد میں تجارت کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ اپنے وطن مالوف سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ اسی ہندوستان جنت نشان میں جناب پادری صاحب عرش آشیانی کوٹھی موضع ڈہرپور تحصیل داتاگنج ضلع بدایوں ۱۸۵۶ء میں عرصہ شہود میں آ کے لیئے پیدا ہوئے۔ آپ کے جد امجد نے اضلاع شاہجہانپور۔ فرخ آباد و بدایوں اور بریلی میں جابجا نیل کی کوٹھیاں قائم کیں۔ نیز اضلاع شاہجہانپور اور بدایوں میں قریباً دو سو گاؤں بصیغہ زمینداری خرید فرمائے۔ ایام غدر میں جب بغاوت زوروں پر تھی بطور حفظ ماتقدم آپ شاہجہانپور سے فرخ آباد تشریف لے آئے اسوقت مرحوم پادری صاحب بعمر دو سالگی گود میں تھے۔ بالآخر جب یہ وبائے بغاوت فرخ آباد میں بھی شعلہ زن ہوئی تو آپ دیگر یوروپین احباب کی معیت میں تین چار کشتیوں پر براہ دریائے گنگ کانپور کو روانہ ہوئے مگر کانپور کے قریب پہنچنے سے پیشتر ہی بمقام بٹھور دو باغیوں نانا راؤ اور تانتیا راؤ نے اُن کو گھیر لیا اور سخت بیدردی اور نہایت بے رحمی سے سب کو شہید کر ڈالا۔ اُن کا دفن گنج شہیداں موریل ویل کانپور میں اب تک موجود ہے۔ (باقی آئندہ)

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر ضرور لکھیں ؂

مراسلات

تفسیر القرآن

جن اصحاب کو اسلام سے دلچسپی ہے اور قرآن شریف کو اُس کے اصل ماخذ یعنے بائبل مقدس کے ساتھ بطور مُفسّر اور مُفسّر دیکھنے کے مشتاق ہیں۔ یہ پڑھکر بے حد خوش ہونگے کہ تفسیر القرآن کی تحریک کامیابی کے ساتھ مقبول ہو رہی ہے۔ ہمارے دو ایک مہربانوں نے تو ہمیں یہانتک نا امید اور دل برداشتہ کر دیا تھا کہ اگر وہ کتابیں جنکو ہم نے ۲ مئی ۱۹۲۹ء کے نور افشاں میں شائع کر دیا تھا ہمیں مل جائیں تو ایک معجزہ ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ یہ معجزہ دکھا رہا ہے۔ چنانچہ عالیجناب قبلہ و کعبہ حضرت پادری قاضی خیر اللہ صاحب افغان نے ہمیں نہ صرف نور افشاں کے مزید خریدار دینے کا وعدہ فرمایا ہے بلکہ **منظاہر الحق** کی چاروں جلدیں ہمیں عنایت فرمائیں اور میرے نوجوان اور عزیز دوست جناب خواجہ صاحب مصنف **موازنہ** نے ہمیں قرآن شریف کی دو تفسیریں عنایت فرمائیں یعنے مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی کی تفسیر اور سرسید کی تفسیر۔ چنانچہ ہم دونوں حضرات کے مکتوب ذیل میں درج کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ اور صاحب توفیق حضرات اس طرف سرگرمی کے ساتھ توجہ فرمائینگے۔

قارئین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ **منظاہر الحق** اور سرسید احمد خاں کی تفسیر کو وصول شدہ تصور فرمائیں اور گذشتہ فہرست کُتب سے خارج۔ (ایڈیٹر)

حضرت پادری قاضی خیر اللہ صاحب کا مکتوب

مخدوم جناب ایڈیٹر صاحب نور افشاں

السلام علیکم۔ ابھی میں نے ایڈیٹوریل میں اُن کُتب کا نام پڑھا جو آپ کو تفسیر القرآن و ترجمۃ القرآن کے لئے ضروری ہیں۔ سو میں بڑی خوشی سے منظاہر الحق کی ہر چہار جلد آپ کی نذر کرتا ہوں۔ جہاں تک ہو سکے جلد ہی کتب مذکورہ آپ کے ہاتھ ارسال خدمت کرونگا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نیز خریدار بہم پہنچانے کے لئے کوشش کرونگا۔

احقر۔ قاضی۔ کلارک آباد

عزیزم جناب خواجہ صاحب کا مکتوب

اسے حُسن ظن کہیں یا عقیدت۔ لیکن اپنا تو یہ ایمان ہے کہ عیسائیوں میں ایک ہی متکلم و مناظر۔ ادیب اور انشا پرداز ہوا ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالےٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا و لاثانی ہے اسی طرح اپنے وقت کے تمام انسانوں میں اکبر مسیح "وحدہٗ لاشریک" ہو گزرا ہے۔ وہ گذر گیا اور علم دوست احباب کی آنکھیں آجتک اسکے لئے اشکبار ہیں اور اسکی دائمی مفارقت کا داغ اُن کے قلب سے نہیں مٹ سکتا۔ وہ مر گئے لیکن اپنی زندہ جاوید تصنیفات چھوڑ مرے۔ خود پیوند خاک ہو گئے۔ مگر ان کا نام اور کام زندہ ہے اور رہتی دنیا تک زندہ رہیگا۔

اُن کا ایک معنوی فرزند ہے وہ ہی سُلطان محمد پال ہے۔ جس نے بمصداق اَلوَلدُ سِرٌّ لِاَبِیہِ اکبر مسیح مرحوم کے تمام کمالات معنوی کو وراثۃً میں لیا ہے۔ یہ اُن کی زندگی میں بھی ان کے مونس و جلیس رہے ہیں۔ ان کی عبادت میں بھی اکبر کا رنگ غالب ہے۔ وہی لطیف انشا۔ وہی دلچسپ اسلوب بیان۔ وہی موثر طرز تحریر۔ وہی مدلل عبارت وہی معقول باتیں۔ وہی رنگ وہی ڈھنگ۔ چٹکیاں بھی لیتے ہیں اور گدگداتے بھی ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ قرآن مجید سے ایسی کامل واقفیت کہ کیا کسی ملا مولوی کو ہوگی۔

اکبر مسیح کو اپنے اس رفیق کار کی ذہنی قابلیتوں علمی تبحر اور مذہبی واقفیت کا پتہ تھا۔ اس لئے اس کی بیشتر امیدیں انہی سے وابستہ تھیں۔ اور مرحوم کی آخری وصیت یہ تھی کہ پادری صاحب قرآن مجید کی ایک مسیحی تفسیر لکھیں۔

الحمد للہ کہ آج وقت مساعد ہے۔ جس عنقائے فراغ و کیمیائے سکون کی جستجو میں پادری صاحب تھے وہ بھی انہیں میسر ہے ؏

فراغتے و کتابے و گوشۂ چمنے

اور انہوں نے عزم صمیم کر لیا ہے کہ مختصر سے کتب خانے کے مہیا ہو جانے پر وہ تفسیر کا کام شروع کر دیں۔ یہ تفسیر کیا ہو گی؟ اس کا صحیح اندازہ تو اسی وقت ہو گا جب یہ زینت آرائے اوراق اخبار ہو گی۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ حقیقی معنوں میں منظر جمال ہو گی۔ محققانہ انداز میں لکھی جائیگی۔ قرآن فہمی اور انجیل دانی کی واحد و مشترک کلید ہو گی۔ غرض ایک معرکہ خیز اور انقلاب انگیز شے ہو گی جس سے عیسائیوں اور مسلمانوں کی ذہنیت بدل جائیگی اس لئے ہم آپ کے نیک ارادے کے لئے آپ کی خدمت میں تو ہدیہ تہنیت پیش کرتے ہیں اور ناظرین نور افشاں سے یہ سفارش کہ نور افشاں کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کریں کہ اس میں تفسیر قرآن کے چھپنے کے لئے اسکی ضخامت کا بڑھنا ضروری ہے۔ اور ضخامت بڑھ نہیں سکتی جب تک خریداران کی تعداد میں ترقی نہ ہو پھر اہل ثروت اصحاب کے حضور منت سے سماجت سے لجاجت سے۔ پاؤں پڑ کر اور دامن پکڑ کر عرض کرتے ہیں کہ وہ ضروری کتابیں جنکی فہرست نور افشاں میں چھپ چکی ہے۔ انہیں مہیا کر دیں۔ ظہور الدین صاحب نے کہ ہر کار خیر میں سبقت و اولیت کا سہرا انہیں کے سر رہتا ہے ایک نیک نمونہ پیش کر دیا ہے (افسوس ہے کہ میں گجرات گیا بھی اور اُن کی زیارت سے محروم چلا آیا) باقی احباب بھی مدد کریں تو کام بنجائے مثل مشہور ہے کہ سو جنے کی لکڑی ایک جنے کا بوجھ۔

ہم نے پادری صاحب کو عبد اللہ چکڑالوی کی تفسیر قرآن کا ایک نسخہ جو ایک نایاب ہے اور کسی قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہو سکتا نذر کر دیا ہے۔ اور سر سید احمد کی تفسیر بھی انکی خدمت میں پیش کر دینگے۔

آخر میں ہم پادری صاحب کو ان کامیاب مضامین کے لئے مبارکباد دیتے ہیں۔ جنھوں نے قادیان سے الحادی اور قصر نبوت کی بنیادیں ہلا دیں بقول شاعر سے بالتصرف

محمودیت خشک تھا تو مرزا انکل ہے پال
بیٹھ تھا اُسکے پاس قلم اُسکے ہات میں

پھر آ رہی ہے نورہ گم گشتہ کی صدا
لاہور میں وہی ہے جو تھا سرخات میں

جاں نثار خادم

(از قلم عصمت و عفت مآب مسز قاضی خیر اللہ صاحبہ)

اے دل خدا کا شکر ہے دین مسیح کی
کوشش میں میری جان گئی بات رہ گئی (شفا)

سنہ ۱۸۸۳ء کے درمیان کسی وقت انگلستان کے ایک سیدھے سادے دیندار خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا بپتسمہ کے وقت ورنن ہیرلڈ سٹار نام رکھا۔ بچپن ہی سے ستارہ ستارے کی مانند چمکتا رہتا تھا اور اگرچہ وہ ایک معمولی چھوٹا سا لڑکا تھا۔ مگر ذکی۔ عالی دماغ اور مستقل مزاج تھا۔ اکثر دیکھنے والے کہا کرتے تھے کہ یہ لڑکا ضرور کسی نہ کسی وقت بڑا نامور اور جوان ہو گا۔ سٹار لڑکپن ہی سے اپنے ارادے کا بڑا پکا تھا اور جب کبھی کام کے کرنے کا وہ ارادہ کرتا تو اُسکو ضرور انجام تک پہنچا کر چھوڑتا گو کتنی بار وہ ناکامیاب بھی ہو جاتا۔ مگر ہمت نہ ہارتا۔ ۱۷ سال کی عمر میں وہ مستحکم ہوا۔ جب وہ اپنے استحکام کے لئے تیاری میں معروف تھا تو اُس نے قطعی طور پر فیصلہ کیا کہ میں اپنی زندگی خداوند یسوع مسیح کے لئے خرچ کرونگا میں اُس کا ہوں اور اُس ہی کا رہونگا ؎ ان

خدمت سے اُسکی ہرگز موت تک نہ چھوڑونگا میں
ہے سر تسلیم خم اُسکی رضا کیواسطے

مستحکم ہونے کے بعد اُس نے ایک دواساز ڈاکٹر کی شاگردی اختیار کی۔ اور دل میں یہ زبردست خواہش تھی کہ ”میں اپنے خداوند کے نقش قدم پر چلوں۔ اور اپنے ملک سے باہر جا کر بیماروں کی خدمت کروں اور انجیل کی بشارت دوں“ ان باتوں کو وہ اپنے دل میں رکھکر دن کو سخت محنت کرتا اور رات کو مطالعہ کتب میں معروف رہا کیا۔ اسی عرصہ میں اُسکو ایک وظیفہ ملا اور میڈیکل کالج میں داخل ہو کر محنت شاقہ کے بعد اپنا کورس ختم کیا اور کئی انعام بھی حاصل کئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر سٹار انگریزی شفا خانوں میں کئی ایک ذمہ دار جگہوں پر مامور رہے اور آخر کار سنہ ۱۹۱۱ء میں چرچ مشنری سوسائٹی کے مشنری ہو کر اور اپنے ملک و عزیز و اقارب کو خیرباد کہکر پشاور کا رخ کیا اور وہاں پہنچکر اپنی خدمت شروع کی۔

ڈاکٹر سٹار مرد دعا۔ محنتی۔ ملنسار۔ خوش خلق اور مسیح کے لئے غیرتمند تھے۔ وہ خدمت کرنے سے تھکتے نہ تھے۔ اور نہ کبھی چیں بجبیں ہوتے بلکہ ہمیشہ مسکراتے ہوئے نظر آتے تھے۔ ۱۶-۱۷ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء کو اُن کو بہت سے اپریشن کرنا پڑے اور اُن میں سے ایک کیس باقیوں سے زیادہ نازک تھا۔ سو انہوں نے اپنے سٹاف کو حکم دیا کہ اگر رات کو کسی وقت میری ضرورت پڑے تو مجھے فوراً بلا لینا علی الصباح چار بجے کے قریب دو آدمی اور ایک لڑکا چوکیدار کی لالٹین ہاتھ میں لئے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی خوابگاہ کی کھڑکی کے پاس آئے۔ ڈاکٹر صاحب نے آواز دی کہ ساتھ کے دروازہ کی طرف جاؤ اور وہ انہیں دیکھنے کے لئے باہر نکلے۔ اُسی وقت اُنکی میم صاحبہ نے ایک چیخ سنی اور فوراً دیکھنے گئیں۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ کسی نے مجھے زخمی کیا۔ جب معائنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ انہیں پانچ مہلک زخم آئے ہیں۔ اُسی وقت اُن کا اپریشن کیا گیا۔ مگر شام کو چار بجے اُن زخموں کے باعث یہ کہتے ہوئے رحلت کر گئے کہ ”اے باپ تیری مرضی پوری ہو“ ؎

سب مصائب سے ہو گئے آزاد
گئے منجی کے پاس خرم و شاد

ہر کمالے را زوال و
ہر زوالے را کمال

(از قلم شوکت رقم جناب منشی کیدار ناتھ صاحب مت)
مصرع مندرجہ عنوان وہ دو نقطی جملوں سے مرکب



پہلے جملہ کے معنے یہ ہیں کہ ہر ترقی کو تنزل ہوتا ہے اور دوسرے جملہ کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک تنزل کو ترقی ہے

دنیا میں کیا نظر آتا ہے۔ روزانہ تجربہ نے ہم کو کیا سبق سکھایا ہے۔ نباتات کو مطالعہ کرو کہ کس طرح وہ ایک چھوٹے سے انکھوئے سے اپنی زندگی شروع کرتا ہے اور اپنی جنس کے موافق بڑھتے بڑھتے آخر مٹ جاتا ہے ایک گھاس کے تنکے سے پودہ سے شاہ بلوط کے تناور درخت نے بار بار ہم کو یہی منظر دکھایا ہے۔ انسان کا بچہ جو بوقت ولادت لگ بھگ ایک فٹ کا ہوتا ہے اپنے قدرتی بڑھاؤ کے اعتبار سے ۵ فٹ ۶ انچ سے ۶ فٹ اور کبھی ۷ انچ تک قد و قامت میں بڑھ جاتا ہے۔ بونوں کو چھوڑ کر کیونکہ ان کی قدرتی بناوٹ اتنی ہی واقع ہوتی ہے مگر انجام سب کا ایک ہی ہوتا ہے یعنی خاک سے بنا تھا بعد مرگ خاک میں گل در گل ہو جاتا ہے ؎

مزار غریباں تاسف کی جا ہے
وہ سوتے ہیں پھرتے جو کل جا بجا تھے

دولت الکبریٰ کا عروج و زوال سلاطین زمانہ کے لئے عبرت آموز سبق ہے جو مشہور شہر دو دو چار چار جھونپڑیوں سے شروع ہو کر کثرت ایوان ہائے سنگ و خشت سے بڑے بڑے پر رونق شہر بن گئے۔ جنکی شہر پناہیں کوسوں کے حساب سے ناپی جاتی تھیں آج ان کے کھنڈرات ہم کو ذیل کا شعر پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں۔

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ
آثار پدید است صنادید عجم را

ہزار پتی لکھ پتی کروڑ پتی جو کوڑی کوڑی جوڑ کر قارون کی ہمسری کا دم بھرتے تھے۔ آج انکی دولت کا پتا نہیں۔ آیا مٹ مٹا کر ریت کے ذروں کی شکل میں مسخ ہو گئے یا باغوں میں گل اشرفی بن کر اپنی اصلیت سے منقلب ہو کر اپنے سرمایہ داروں کو ٹکڑوں کا محتاج کر گئے۔ کتنے خاندان ایک مورث اعلیٰ سے سینکڑوں کی تعداد میں نمایاں ہوئے اور آخر کو ان کا پانی دیوا نہ نام لیوا۔ جیسا ہندوؤں میں ایک ضرب المثل ہے۔

ستر پوت بہتر ناتی - اس راون گھر دیا نہ باتی

ایسے صدہا بیانات اس موضوع پر لکھے جا سکتے ہیں۔ جن کے گھٹاؤ بڑھاؤ نے گو ہم کو اس دنیائے فانی سے دل برداشتہ کر دیا تو بھی ہم اسکی پروا نہیں کرتے۔ کیونکہ دنیا نہ صرف گذشتنی ہے بلکہ گذاشتنی بھی ہے۔ مگر ہم کو زیادہ حسرت و الم اندوہ و غم اسوقت محسوس ہوتا ہے جب کسی الہامی مذہب پر تنزل اپنا قبضہ جماتا ہے۔ دنیا میں اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہی ایک چیز ہے جو یہاں شروع ہو کر وہاں یعنی بالائے آسمان انجام پاتی ہے۔ خیال کیجئے اگر اسی پر تنزل واقع ہو جو ہم کو ابدی مکانوں میں آرام دلانے کا وعدہ کرتی ہے تو پھر ہماری عافیت کا ٹھکانا کیا۔

موجودہ حالات اور زمانہ حاضرہ میں اور خاصکر ہمارے ہی ملک میں ہماری ہی نظروں میں سب سے اعلیٰ ہر ایک سے بالا تین مذاہب رائج ہیں۔ تینوں کو دعویٰ ہے کہ ہم ہی الہٰی اور الہامی مذہب ہیں ہماری ہی ہدایت پر عمل کرنے سے عاقبت بخیر ہوگی۔ در صورت عدم تعمیل جہنم کے سوا اور کہیں ٹھکانا نہیں

ہندوستان میں قدیم ترین مذہب ہنود ہے۔ اسکی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے کہ جنگ عظیم مہابھارت سے قبل یہی مذہب عام تھا۔ آزاد ہو یا غلام ہر ایک اسی کا رام تھا۔ ایک نام اس ملک کا آریہ ورت ہے جو اس کوہ ہمالیہ سے کوہ بندھیاچل تک دکھن میں اور خلیج بنگال سے بحر عرب تک پھیلا ہوا ہے۔ مگر دوسرا نام اس کا بھارت ورشن بھی ہے۔ اس نام کے معنوں میں بڑی وسعت ہے۔ مصر و روم و یونان و عرب یعنی جہاں جہاں کسی نہ کسی قسم کی بت پرستی پائی گئی وہ کل ممالک اسی کے قبضہ اقتدار میں تھے۔ اس لحاظ سے ہندو اور بت پرست یہ دونوں نام مترادف ہیں اور ایک دوسرے کے بدل۔

اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بجز مٹھی بھر آدمیوں کے جنکا لقب بنی اسرائیل ہے۔ اور عام نام یہودی باقی کل دنیا پر یہی مذہب اکاس بیل کی طرح پھیلا ہوا تھا جس میں شاخیں تو ہوتی ہیں مگر جڑ ندارد۔

لیکن آج اس ہندو مذہب کے زوال پر غور کیجئے کہاں وہ پھیلاؤ اور کہاں یہ گھٹاؤ۔ موجودہ مردم شماری سے ہندوؤں کا ایک شمار تو قریب اکیس کروڑ مگر دوسرا اگر آدھ ہندوؤں کو جنکی تعداد ۸ کروڑ کہی جاتی ہے اور جو نہ ویدوں کو مانیں اور نہ منو شاستر کو جانیں اس کل میزان سے خارج کر دیں تو ۱۳ کروڑ رہ جاتے ہیں اور اگر مسیحی و محمدی مذاہب جو تبلیغی مذاہب ہیں اور شب و روز اپنی ترقی میں بجلی کی رفتار سے دوڑ رہے ہیں یہاں رائج رہے تو ان ۱۳ کروڑ کی خیر نظر نہیں آتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اکاش بیل میں جڑ نہیں اسی طرح ہندو مذہب میں جڑ نہیں۔ پس نتیجہ خود بخود ظاہر ہے کہ یہ پودا آسمانی باپ کا لگایا ہوا نہیں۔ گو آریہ مہاشے شدھی کے ذریعے سے اپنے بچھڑے شدہ بھائیوں کو پھر ۱۳ کروڑ کی میزان کل کو گھٹنے سے بچایا چاہتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ جب جڑ ہی نہیں تو اس کے قیام کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ اب اسلام کا نمبر آیا۔ ذرا بھی غور سے جانچو اور اسکی تاریخ اور اس کا جغرافیائی پھیلاؤ چشم عبرت سے دیکھو کہ اوائل میں یہ کیا تھا اور اب کیا ہے۔ زیادہ گنگا کون بیرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت وفات کل جزیرہ نمائے عرب بت پرستی سے چھوٹ کر دائرہ اسلام میں آ چکا تھا اور بعد وفات سرور کائنات ان کے خلیفہ حضرت امیر المومنین امام العادلین عمر رضی اللہ عنہ نے کل ممالک جو عرب کے ارد گرد واقع تھے اسلام کے قبضہ میں کر دیئے۔ ان ممالک سے جو مسلمان ہوئے ان کا شمار ۹ کروڑ تھا۔ اس کے بعد دیگر سلاطین نے بھی بڑی جد و جہد کر کے اسلام کو ہندوستان تک پھیلا دیا ہندوستان میں ان کا شمار قریب ۷ کروڑ کے ہے پھر بھی بمقابلہ اس کثرت کے جو آنحضرت کی وفات اور عمر رضی کی عہد خلافت میں تھی۔ اب اس کا تنزل ہے یعنے کل دنیا میں ۲۴ کروڑ سے زیادہ نہیں۔ گذشتہ حساب سے آج ان کا حساب عربوں کھربوں تک

ہونا چاہئے تھا۔ مگر نہیں وہ تو گھٹتا جاتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ یہ پودا ابھی آسمانی باپ نے نہیں لگایا تھا۔ فافہم مسلمانان دیگر و مسلمانان در کتاب۔ سب کے بعد مسیحیت کو لیجئے۔ اس کا آغاز بصد حسرت و یاس ہوا۔ چلو کلوری پہاڑ پر اس مذہب کے بانی خداوند یسوع مسیح پر غور کرو۔ تنہا بے یار و بے مددگار۔ دو ڈاکوؤں کے درمیان صلیب پر کھنچا ہوا ہے۔ ہاتھ پاؤں میں کیلیں جڑی ہوئی ہیں۔ زخموں سے خون بہہ رہا ہے۔ ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا کہہ رہا ہے۔ لوگ اس پر ہنستے ہیں۔ سر ہلا ہلا کے ملامت کرتے ہیں۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ کہ ہم تجھ پر ایمان لائیں۔ ڈاکو مصلوب بھی طعنہ مارتا ہے۔ اس کے ۱۲ شاگرد جو کہتے تھے کہ ہم تیرے پیچھے اپنی جان تک دے دینگے اسے چھوڑ گئے۔ ان میں کے ایک نے جو اس کے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا تھا۔ ہاں ایک ہی تھالی میں کھاتا تھا اسے گرفتار کرا کے خودکشی کر لی تھی۔ بیکس مقدسہ مریم کا اکلوتا مر رہا تھا۔ ہر ایک اس کی بے عزتی کر رہا تھا۔ روم کی سلطنت کا باغی کیسی سلطنت جو سارے عالم پر حکمران لمن الملک کا نقارہ بجانے والی جس نے ۳۰۰ برس تک عیسائیوں کو ستایا زندہ جلایا شیروں سے پھڑوایا۔ اس کے خلاف کوئی کفن دینے والا نہیں کوئی دفن کرنے والا نہیں۔ جسے ایک شریف نے اپنی قبر میں دفن کروا دیا۔ یہ اس شخص کی مختصر سوانح عمری ہے اور اس کی کامیابی یہ کہ کوئی نہیں۔ مگر ذرا آگے بڑھو تواریخ میں پڑھو یہ کوئی مذہبی مسئلہ نہیں جو دماغ کا اختراعی ہو۔ یہ ایک ماجرا ہے جو وقت کے سلسلہ میں واقع ہوا۔ قبر پر رومی سپاہیوں کا زبردست پہرا۔ قبر کے پتھر پر سرکاری مہریں۔ تیسرے روز اتوار کی علی الصباح پھر سنبھال گیا۔ پتھر کو سرکایا۔ بجز کفن اور رومال کے جو اس کے سر سے بندھا تھا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ عورتوں کو زیارت نصیب ہوتی ہے۔ گیارہ شاگردوں کو دو مرتبہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے ساتھ کھاتا ہے۔ دروازہ بند گھر میں بلا روک ٹوک چلا جاتا ہے۔ اس وقت عیسائی جو وہاں حاضر تھے جن کے دیکھتے وہ آسمان پر تشریف لے گیا۔ ۵۰۰ تھے آج ۴۸ کروڑ ہیں۔ واقعی یہ وہ درخت تھا جس کی شروع میں شاخیں ندارد جڑ زمین کے اندر۔ وہی جڑ پھیلی اور اس نے برگد کے درخت کی طرح کل دنیا کو چھا لیا ہے۔ وہ رائی کے دانہ کی مانند تھا اور بڑھا اور پھیلا جس پر پرندے بسیرا کرتے جس کے سایہ میں قومیں پناہ پاتیں۔ وہ درخت کھیت کا درخت ہے۔ کیا تم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتے کہ وہ سیلاب کی طرح آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف موجیں مارتا بڑھتا چلا آتا ہے وہ اس کی طرح اپنے ریلے میں کل مذاہب کو خس و خاشاک کی طرح بہائے لے جاتا ہے۔

اے تم جو فضائے استغراق میں سانس لیتے ہو سائنس کے میدان میں گھوڑے دوڑاتے ہو کیا ابھی تمہیں کچھ شک ہے اس میں کہ ایک ہی گلہ اور ایک ہی گڈریہ ہوگا۔ یہی ایک الٰہی مذہب ہے جس کا بانی خداوند مسیح ہے۔

پھر نہ کہنا خبر نہیں ہوئی

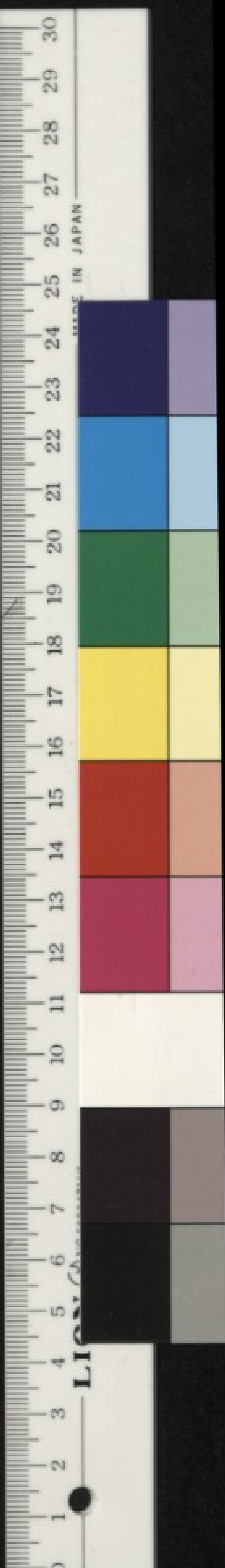
ناظرین اخبار نور افشاں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مسیحی میلہ جو پچھلے سالوں شاہدرہ میں ہوا کرتا تھا امسال کھیر قبور ضلع شیخوپورہ میں منعقد ہوگا اور اس میلہ کی تاریخ جناب پادری ای ایچ جے شکار صاحب بہادر اور جناب پادری آسا نند رائے صاحب اور ہمارے بزرگ استاد جناب بابو گیان مسیح اور چند اور معزز اشخاص نے میٹنگ کر کے ۱۴ جون ۱۹۲۹ء مقرر کی ہے۔ اس لئے ہر ایک مسیحی بھائی کو چاہئے کہ اس مذہبی میلہ کو رونق دیوے اور مسیحی خادموں کو لازم ہے کہ اپنے اپنے علاقہ کے ہر ایک آدمی کو خبر دیویں اور خود تشریف لاویں۔ یہ میلہ ۳ یوم تک یعنی ۱۴ جون سے ۱۶ جون ۱۹۲۹ء تک ہوتا رہیگا اور دور دراز کے علاقوں کے پادری صاحبان تشریف لا کر پاک کلام کی خوشخبری سنائینگے۔ اور ممکن ہے کہ خدا باپ ان کی زبان مبارک کی تاثیر سے مجھ جیسے گنہگاروں کو عبرت دلائے اور ہم گناہ کی بیماری سے صحت پائیں اور بعد میں دیسی کھیلیں وغیرہ بھی ہونگی۔ جو نوجوان ان کھیلوں سے اچھے رہینگے ان کو صاحب موصوف کی طرف سے کچھ نہ کچھ انعام بھی دیا جائیگا اور حاضرین مجلس کو ایک ڈرامہ بھی کر کے دکھلایا جائیگا۔ ہر ایک گاؤں اور شہروں کی گانے والی پارٹیوں کو چاہئے کہ خداوند کی حمد کے زبور اور گیتوں کے واسطے تیاری کر کے تشریف لاویں اور اس بے بہا مسیحی خدمت میں حصہ لینا اپنا لازمی فرض سمجھیں۔ دیگر ہر طرح کا انتظام کیا جائیگا۔ اور امید کامل ہے کہ ناظرین اخبار اس عاجزانہ گذارش کو اپنے دل میں جگہ دینگے۔ اور اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی اطلاع دینگے۔

راقم۔ منشی گلزار مسیح خزانچی کلیسیا نیاز بیگ (لاہور)

مسیحی خبریں

پنجاب کرسچن سنٹرل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ لاہور کی مجلس انتظامیہ کا ایک خاص اجلاس بنک کے دفتر واقع وائی ایم سی اے لاہور میں ۱۳ ماہ رواں کو زیر صدارت ڈاکٹر ڈی۔ ایس اٹو صاحب منعقد ہوا۔ اور چونکہ بنک کے سابق مینجر و سکرٹری مسٹر ایل ربیا رام صاحب کا لاہور سے کلکتہ کو تبادلہ ہو گیا ہے۔ لہٰذا قرار پایا کہ مسٹر بی۔ سی گھوش صاحب مینجنگ ڈائرکٹر ہوں اور مسٹر موسے خاں جائنٹ سکرٹری۔

کرسچن میوچوال انشورنس کمپنی لمیٹڈ لاہور کا ایک عام اجلاس زیر صدارت کینن آر۔ نورس جونس صاحب سکرٹری چرچ مشنری سوسائٹی پنجاب۔ کمپنی کی اپنی عمارت میں ۱۸ ماہ حال کو منعقد ہوا اور قرار پایا کہ جو ڈائرکٹرین متواتر اجلاس انتظامیہ میں بلا وجہ معقول حاضری سے قاصر رہے اس کا



عہدہ ڈائرکٹری منسوخ ہو جائے۔ یہ رزولیوشن گذشتہ سالانہ جلسہ میں پاس ہو چکا تھا اور اب اس کی تصدیق کی گئی ہے۔

جاپان میں پانچ سرکاری یونیورسٹیاں (بیوت العلوم) ہیں۔ ان میں سے تین کے پریذیڈنٹ مسیحی ہیں اور باقی دس کے پریذیڈنٹ صاحبان کی بیویاں مسیحی ہیں

پروفیسر ساتو جو ہوکیڈو امپیریل یونیورسٹی کے پریذیڈنٹ ہیں۔ شاہ جاپان میکاڈو کی رسم تاجپوشی کی تقریب پر بیرن کے اعلےٰ اعزاز سے سرفراز کیا گیا ہے۔

ملک جاپان میں اگر کسی خاندان کا ایک شخص مسیحی ہو جائے تو ہماری اس بدبخت سرزمین ہند کی مثل اسے ذات پات سے خارج نہیں کیا جاتا۔ آزادی۔ آزادی کی پکار کرنے والے اہل ہنود و اسلام جب اپنے بھائیوں کو مذہبی آزادی نہیں دے سکتے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ آزادی کے معنی کیا سمجھتے ہیں۔ حصول آزادی کا اصول یہ ہے کہ جو تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں۔ وہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو۔

ویسلین میتھوڈسٹ مشنری اور ان کے افریقی ہم خدمتوں کی تبلیغی مساعی سے گذشتہ ۱۰ سال میں غربی افریقہ کے ایک لاکھ سے زاید بت پرستوں کو کلیسیا میں شامل کیا ہے۔

ولیم ہیرس نامی افریقی نبی کے ہاتھوں ۹ ہزار اشخاص نے اصطباغ پا کر مسیحی جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ اس صوبہ میں اسلام مسیحیت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

۲۱ اپریل کو کوہاٹ میں ایک نئی عبادت گاہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس کے لئے ۵ ہزار روپیہ جمع کیا جا رہا ہے۔ جناب پادری جے۔ سی ہنرک صاحب مشنری راولپنڈی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

مسٹر وی۔ ایم الہی بخش صاحب نے جو آئی ایم سی اے کے نیشنل کونسل ٹاؤن میں سے ہیں حال ہی میں کلکتہ مشنری کانفرنس میں اس مضمون پر تقریر کی کہ کیا امریکہ میں تبلیغی جذبہ روبہ تنزل ہے؟ اس تقریر کو بہت پسند کیا گیا ہے۔

مسٹر ایڈورڈ بخش صاحب الہ آباد یونیورسٹی کے امتحان بی۔ اے میں پاس ہو گئے۔ آپ امتحان سے ذرا ہی پہلے گر گئے تھے اور بازو کو شدید ضرب پہنچی تھی۔

ریاست منی پور میں دس سال پیشتر ایک بھی مسیح کا نام لیوا نہ تھا۔ مگر اب ۲ سو مسیحی آباد ہیں۔ بعض غیر مسیحی رؤسا ان نو مسیحیوں کو شدید ترین مصائب میں مبتلا کر رہے ہیں۔ مگر اس پر بھی گاؤں کے گاؤں مسیحی گلہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ اب سے دس برس پہلے صرف ۲۰۰ تنگکول مسیحی تھے۔ اب ان کی تعداد ۳۰۰۰ تک جا پہنچی ہے۔ ان لوگوں نے خود تین ہزار روپیہ جمع کر کے گرجا تعمیر کرایا ہے۔

لکھنؤ کرسچن کالج کے پروفیسر پادری ایم۔ سی بیواس صاحب کی صاحبزادی مس فلورنس بیواس صاحبہ جو پہلے بہت بیمار ہو گئی تھیں۔ اب خدا نے صحت بخش دی ہے۔

کانپور سے ایک نیا مسیحی رسالہ کسوٹی بحروف رومن شائع ہونا شروع ہوا ہے۔

سکھر (سندھ) کی چرچ مشنری سوسائٹی کی جانب سے ایک ماہوار مجلہ جاری کیا گیا ہے جو انگریزی اور سندھی دو زبانوں میں مرتب ہوتا ہے۔ ہم اپنے معاصرین کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔

مسوری کنونشن جون میں قائم ہوگی۔

الہ آباد کرسچن بُک سوسائٹی ہندوستانی زبان میں لغات بائبل تیار کرا رہی ہے

ڈاکٹر اسٹینلے جونس صاحب اس ماہ کی ابتدا میں واپس تشریف لائے اور سیتا پور میں مقیم ہو گئے ہیں۔

چرچ مشنری سوسائٹی کی مسیحی گیت کی کتاب کی تصحیح و ترمیم کا کام ختم ہو گیا ہے۔

رسالہ اخوت لاہور پڑھ کر خواجہ حسن نظامی صاحب چوکنے ہو گئے اور اہل اسلام کو مسیحی تبلیغ کے اس اثر و نتیجہ جو اخوت سے متوقع ہے خبردار کرتے ہیں ٭

مختلف خبریں

شاہی قشون قاہرہ کابل میں داخل ہو گئے

آج مورخہ ۱۹ مئی۔ خواجی سے آنے والے مسافر بیان کرتے ہیں کہ رئیس محمد فقیر خاں چوب اچار دولت افغانیہ متعینہ خواجی نے تمام اقوام کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گذرگاہوں کے مقام کو مسدود کریں۔ کیونکہ امیر امان اللہ خاں کے قشون قاہرہ کابل میں داخل ہو گئے ہیں۔ بچہ سقہ جمعہ کے دن کابل سے بھاگ گیا ہے۔ اب تم کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے راستے محفوظ رکھو۔ اگر بچہ سقہ یا دیگر اشخاص اس راستے سے گذریں تو انکو گرفتار کرو۔

قارئین کرام مزید اطلاعات کا انتظار کریں۔

قبیلہ ہزارہ کے ہاتھ سے سقا شاہی افواج کو متعدد شکستیں

پشاور ۱۸ مئی۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ قبیلہ ہزارہ اور بچہ سقہ کی افواج میں بمقام بامیان شدید جنگ ہوئی اور بچہ سقہ کی افواج کو متعدد ہزیمتیں اٹھانی پڑیں ٭

جرنیل غلام نبی خاں کی شاندار فتوحات

پشاور ۲۰ مئی۔ معلوم ہوا ہے کہ جرنیل غلام نبی خاں نے بچہ سقہ کے اس افسر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا ہے جسے کابل سے مزار شریف پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ اس کے علاوہ جرنیل موصوف نے اس علاقہ کی ایک ایک انچ زمین پر بھی اپنا تصرف جما لیا ہے۔ جو سقہ شاہی افسر نے پیشقدمی کے دوران میں اپنے قبضہ میں کر لی تھی۔ اور اب وہ عظیم الشان لشکر کے ساتھ کابل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ کہا

جاتا ہے کہ بچہ سقہ نے جرنیل موصوف کی پیشقدمی روکنے کے لئے سید حسین کو ایک لشکر دیکر بھیجا ہے۔

کرنیل محمد غوث کا کوہ دامان پر قبضہ

ٹل ۱۸ مئی سرحد کی معتبر اطلاع مظہر ہے کہ کرنیل محمد غوث نے کوہ دامان پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ خبر قوم غلزئی کے ان پناہ گزینوں کی نسبت معلوم ہوتی ہے جو حال ہی میں کابل سے بھاگ کر قبیلہ حاجی کے علاقہ میں پناہ گزیں ہیں۔ قوم غلزئی کابل کے قرب وجوار میں آباد ہے۔ اور ابتداء ہی سے امیر صاحب کی مخالفت پر کمربستہ رہی ہے۔ یہ قوم خانہ بدوش ہے۔ ہر سال موسم سرما کے شروع ہوتے ہی وہ انگریزی علاقہ میں چلی آتی ہے۔ ان میں سے بعض ایسے قبائل بھی ہیں جو اپنے مال مویشی بھی ہمراہ لے آتے ہیں۔ اس سال جب یہ لوگ خوشی خوشی اپنے گھروں کو واپس گئے تو ان کا خیال تھا کہ کابل میں بچہ سقہ کی حکومت ہے۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ امیر صاحب کی افواج نے کابل سے چاروں طرف بھگا کر رکھا ہے تو وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر پھر ہندوستان کو بھاگ کھڑے ہوئے آجکل وہ لوگ حاجیوں کے علاقہ میں ہیں۔ لیکن بہت جلدی انگریزی علاقہ میں آجائینگے۔

لاہور جیل میں ایک قیدی کا قتل

لاہور سنٹرل جیل کا ایک قیدی ایشر سنگھ گذشتہ کل صبح کو مقتول پایا گیا۔ اس کا گلا کٹا ہوا تھا اور ناک بھی کٹی ہوئی تھی۔ اسے شب گذشتہ جبکہ تنہائی کی کال کوٹھڑی میں بند کیا گیا تھا اسے چوری کے الزام میں ۶ ماہ قید با مشقت کی سزا ملی تھی۔ جس میں سے پانچ مہینے گذر چکے تھے۔

پارسل میں موت

چک نمبر ۲۹۴ ضلع لائلپور تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہندو زمینداروں کا ایک گھر ہے۔ انہوں نے اپنی لڑکی کہیں بیاہی ہوئی تھی۔ ایک عرصہ کے بعد لڑکی کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد لڑکی کے والدین کسی حادثہ سے لڑکی کو اپنے گھر لے آئے ۱۳ مئی ۱۹۲۹ء کو ان کے ہاں دو بجے کے وقت ایک پارسل آیا جس میں پانچ چھ عدد گڑیاں اور مونگ پھلی اور پاؤ کے قریب دودھ کا کھویا تھا۔ ایک شخص کے بھتیجے کی طرف سے لکھا ہوا تھا اور یہ مضمون مرقوم تھا کہ میں خیریت سے ہوں اور یہ چیزیں آپ کو اور آپ کے بچوں کو تحفہ کے طور پر بھیجتا ہوں۔ لڑکی کے باپ نے گڑیاں وغیرہ بچوں کو بانٹ دیں اور کھویا بھی سب کو تقسیم کر دیا ۱۴ مئی کی صبح کے وقت سید مرتضے صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس گوجرہ مع کپتان وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ تین آدمی مر چکے تھے اور باقی سب کو قے اور اسہال جاری تھے۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب نے پارسل کو آتے ہی قبضہ میں لے لیا جس پر تھانیسر کے مقام کی مہر تھی۔ مگر لڑکی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ لڑکی کا چچیرا بھائی یعنی مقتول کا بھتیجا جس کی طرف سے جعلی رقعہ لکھا ہوا تھا ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں رہتا ہے۔ پولیس تفتیش بڑے زور سے کر رہی ہے۔ ڈپٹی صاحب خود ۱۴ مئی کی شام سے موقعہ واردات پر موجود ہیں

سید حامد حسین سید کالج لاہور۔

امریکہ کے ایک ہسپتال کے گیس کے نل پھٹ جانے سے ہولناک تباہی۔ ساری آبادی بے ہوش ہو گئی۔ ۱۱۶ ہلاک۔ ۴۰ قریب المرگ

کلیولینڈ ۱۶ مئی۔ ہسپتال کی تباہی خیز آگ سے متعلق سرکاری بیان شائع ہوا ہے۔ جس میں اس تباہی کی وجہ ایکس ریز کی پلیٹوں کا خود بخود جل اٹھنا بتائی گئی ہے۔ کیونکہ بھاپ کے ایک پائپ ذیل ہی میں سوراخ ہو جانے کی وجہ سے ذخیرہ میں درجہ حرارت بڑھ گیا تھا

گیس کے زہر کی وجہ سے اموات بہت ہوئیں اب تک اموات کی تعداد ۱۲۵ تک پہنچ چکی ہے

ایک لڑکی کی جانبازی

جانبازی اور سچی مردانگی کے متعدد واقعات میں ہسپتال کے ٹیلیفون پر کام کرنے والی لڑکی مس گلیڈی گبسن کی داستان بھی ہے۔ یہ لڑکی آخر وقت تک اپنے مقام پر بیٹھی ٹیلیفون کے ذریعہ ہسپتال کے مختلف حصص میں اطلاع دیتی رہی اور پولیس فائر بریگیڈ اور باہر کی امداد طلب کرتی رہی۔

ہلاکت آفریں گیس

گیس کی ہلاکت آفرینی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک عورت کھڑکی میں سے چھلانگ لگا کر نیچے پھیلائے ہوئے جال میں گرنے والی ہی تھی کہ گیس کے دھوئیں نے اسے آگھیرا اور پیچھے کمرہ میں گر کر مر گئی۔ ایک ڈاکٹر نے بتایا کہ گیس کاربن اوکسائیڈ کاربن ڈائیاوکسائیڈ وغیرہ تھیں۔

دنیا کے بڑے بڑے جہاز

خشکی کے رہنے والے دنیا کے بڑے بڑے جہازوں میجسٹک برنگیریا اور لیویاتھن کی قد وقامت کا اندازہ نہیں کر سکتے ان کے متعلق بعض حقائق سن لیں

پچاس ہزار ٹن وزن طول ۹۰۰ سے ۹۶۰ فٹ تک یعنی میل کا چھٹا حصہ رفتار تیس میل فی ساعت یعنی شکاری کتے کی رفتار کے مساوی یہ جہاز میلوں تک اپنے پیچھے اپنا تیل چھوڑ جاتے ہیں۔ چار ہزار سے زیادہ کمرے جن میں چار سے پانچ ہزار تک مسافر سوار ہو سکتے ہیں۔ ہزار ہا ٹن مال لادا جا سکتا ہے انجنوں کی طاقت ایک لاکھ گھوڑوں کی طاقت ہر یا تمام ۱۵ ایکڑ کا رقبہ گھیرے ہوئے ہیں۔ چمنیاں ۱۸۰ فٹ بلند ہیں۔ ہر جہاز میں نو تختے۔ سیر ایک سرے سے دوسرے سرے تک نصف میل۔ ۹۰ ہزار بجلی کے بٹن اور ۱۵ ہزار بجلی کے لیمپ۔

سنچری مل بمبئی کے گودام میں آگ لگ گئی پچاس ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔

بقیہ صفحہ ۳ سے

پنجابی کلام کی بہار

وے بھایا حاجیا

(از قلم فرحت رقم حضرت قبلہ پادری واعظ صاحب)

کوئی تیمی بیلی دے بنے پگڈنڈی تے تری جاندی سی
حاجت جو ہوئی کچھ وچوں بدھ بیلی دے بنے رکھ کے اندر معاجدی
گروں کوئی راہی ادھروں دی لنگھیا جاندا سی۔ بدھ دیکھ ایدھر
اودھر چو نظر ماری کوئی نظر نہ آیا۔ بدھ چھپا رکھے اپنا راہی ہویا۔
تھوڑی ای بیلی وچوں جنانی نکل آئی۔ وچھیائی بدھ نہیں
راہی جاندا دکھیا۔ من وچ دچار کیتی پئی اہیو لے گیا۔ ہاکاں مارن
لگ گئی۔

وے بھائیا راہیا۔ دے بھائیا تماجیا۔ وے بھائیا حاجیا
میری بدھ دے جائیں۔ اوراج سنگے ٹھگ جیہا ایں اوہ کیہ گل۔ اوہ
راہی حاجی سی۔ سوچن لگا پئی اوہ جنانی نے کوئی انیاں اے اہو جی
کیکر پتہ لگا پئی میں حاجی ہاں۔ پچھاں مڑ پیا۔ بدھ جنانی نوں دے
کے آکھن لگا پئی آہی تیری بدھ۔ پر مینوں توں ایہ دس دے
بئی ایہ تینوں کیکر پتہ لگا جو میں حاجی ہاں تے نالے حاجی ہیں ہاں
جنانی آکھن لگی بھیا ایہ گل کوئی اچنبھے دی نہیں۔ کیوں جو ایڈا تو نفعہ
ہاری ساری نہیں کر سکدا۔ ایہ اجہاں لوکاں دا ای کم اے جہڑے
ڈوے نمازی تلک دھاری حاجی تے خلیفے تے اپدیشک ہیں۔
اجہاں دی کھلاری وچ بھو نہیں۔ ایتھوں ای میں جاتا پئی جن
ایڈ دلیری کیتی ہے ضرور حاجی ہونا ہے

اجکل ایہوئی ویکھیا جاندا اے پئی بھیڑے ڈوے کج دار
سفید پتائیل تے ایہو سب تھوں ودھ کے ڈیتے پیچے نے نہ انہاں
نوں جھوٹ بولیاں شرم نہ ہے۔ تے پیہو جھوٹ بھن انساں دا لحاظ
د بعیت تے بے شرم۔ الزام لا دنا جھوٹی گواہی دینی۔ جبر اودا
وچ فساد پا دیناں۔ دو جی دا سوڑیں ہیں دستاں لگا پئی اوہ ایڈے
بے ڈرتے گناہ کرن وچ دلیر کیوں نے۔ کیہ گرو دے سکھ نے
انساں دی شان وچ ایہ دوہرا آکھیا اے۔ سو میں لکھ کے
حاجی دی بات ختم کرناں۔

سچ آکھدے نے

اُلاں بھائی تے پنڈتاں چر کیتا۔ اہل وچنے او شیطان تنے
انہوں وی ایہہ جھوٹ اپدیش سانوں۔ نہ ایہ گل تے ٹپے بھڑکاں تنے
اٹے ڈوٹے وڈا اوہ یہ کدی سنیئے بے تے اساں نوں اوہ لا تنے
اہناں تناں دی اکھ معاذ رکھے۔ دین اوہ نہ وچ جہالت تنے
مُتو بازی سچ میں آکھیا اے جے نہ اہناں دا نام نشان ہوئے
مُفضل سچ دی کدی نہ پیٹ دی پے ہماں توں آکھنا ہے

لالہ رامچند یکتا و پنڈت بدھ دیو جی آریہ سماجی کا غازی آباد میں شاستر ارتھ یعنی مباحثہ

(مرسلہ جناب مسٹر ایم۔ ایل سلاتل از غازی آباد)

آریہ سماج و سناتن دھرم سبھا غازی آباد میں امسال نہایت پرلطف مناظرہ ہوا مضمون مباحثہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے نہایت ہی نرالا اور انوکھا تھا۔ اور جس مضمون پر مباحثہ کا لطف کچھ سنتے سے ہی تعلق رکھتا تھا مضمون مناظرہ یہ تھا آریہ سماج سوامی دیانند کی تنہ ایعنی توہین کرتا ہے۔ بروز سوموار بتاریخ ۲۹ اپریل ۱۹۲۹ء بوقت صبح ۸ بجے مباحثہ شروع ہوا۔ اُٹھتے ہی رامچندر یکتا نے تنہ اکی تعریف از روئے کتاب مسلی آریہ سماج پڑھ کر سنائی کہ تنہ اسکو کہتے ہیں کہ جو عیب و اوصاف جس شخص میں نہ ہوں انکا اسکو محل قرار دینا تنہ اکہلاتی ہے۔ اس تعریف کو قائم کرکے سناتنی مباحث نے کہا کہ اس تعریف کی بنا پر میں یہ دکھلاؤنگا کہ آریہ سماج نے سوامی دیانند کی تحریرات میں رد و بدل کیا ہے اور کرتے رہتے ہیں جس سے لابدی طور پر یہ منضبط ہوتا ہے کہ سماج انکو غلط بیان و غلط خیال تصور کرتی ہے اور یہ انکی توہین ہے اپنے لئے آپنے ثبوت میں ایک مقام تین چار ستیارتھ پرکاش کی ایڈیشنوں میں سے دکھلائے پھر یہ بیان کیا کہ سوامی دیانند نے دیو جاتی میں لوز ایوا کا سونا شودر کرم قرار دیا اور انکی ممانعت کی لیکن آریہ سماج انکی اس تعلیم کے بخلاف عمل پیرا ہے اور یہ ان کی زبردست توہین ہو اور پھر آپنے کہا کہ سوامی دیانند کو رشی کہنا بھی انکی سخت توہین ہے۔ آپ ہرگز ہرگز رشی نہ تھے کیونکہ آپ پر کسی وید منتر کا الہام نہیں ہوا۔ اسکے بعد پنڈت بدھ دیو جی متقفس کیلئے اُٹھے اور بلا کسی اعتراض کا جواب دیئے پرانوں کی کتھا اور رشیوں کی نندگیوں کا بیان کرنے لگے۔ جو نہایت ہی فحش تھا پنڈت جی نے کہا کہ سناتن دھرم جنکو رشی مانتا ہے اُن میں یہ یہ عیب تھے۔ اسلئے سناتن دھرم اپنے رشیوں کی تنہ اکرتا ہے۔ آریہ سماج سوامی دیانند کی۔ پنڈت جی اپنی سہارا سی یہ ان ہی باتوں کو دہراتے رہے۔ لالہ رامچند نے کہا پنڈت جی آج کا مضمون سناتن دھرم کے رشی نہیں بلکہ مضمون یہ ہے کہ آریہ سماج سوامی دیانند کی توہین اس تعریف کی بنا پر جو میں نے بیان کی ہے کر رہا ہے آپ میرے اعتراضوں کا جواب دیجئے پر انیک بحث میں پڑ کر آپ مضمون کو خلط ملط کیوں کرتے ہیں لیکن پنڈت جی کے پاس کوئی جواب ہوتا تو دیتے۔ سوائے اسکے کہ اپنے ہر ٹرن پر اٹھکر ان ہی باتوں کو دہرا دیتے اور بس۔ اس میں شک نہیں کہ سماج کو مسلسل اس مناظرہ میں شکست فاش ہوئی۔ اس مباحثہ میں مہاشے رامچند دہلوی صدر تھے مجھے نہایت تعجب ہوا کہ باوجود سناتنی مباحث کے بار بار توجہ دلانے کے پنڈت بدھ دیو وہ باتیں جو خارج از بحث و تہذیب سے گری ہوئی ہیں پیش کر رہے ہیں لیکن صدر صاحب نے مطلقاً اس طرف التفات نہ کی اور مناظرہ ختم ہونے پر آپ اٹھے اور مناظرہ پر تبصرہ کرنے لگے مگر پنڈت اُدادت صاحب نے جو کہ سناتن دھرم کی طرف سے صدر تھے آپ کو فوراً روک کر کہا کہ آپ کو مباحثہ پر تبصرہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ لیکن پھر بھی مہاشے اتنا کہہ ہی گئے کہ ہر دو مناظرین سے غلطی ہوئی ہیں۔ بندہ اس مناظرہ میں خود حاضر تھا اور میں بڑے وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ سناتنی مباحث لالہ رامچند یکتا نے ایسے الفاظ اختتام مناظرہ تک ہرگز اپنی زبان سے نہیں نکالے جو خارج از بحث و تہذیب سے گرے ہوئے ہوں شام کے وقت مہاشے رامچند دہلوی نے خاص طور پر اس مباحثہ پر تبصرہ کیا اور دوران تحریر میں فخریہ بات بیان کی کہ مسلمان و مسیحی مجھکو سچا خیال کرتے ہیں۔ اس لئے جو میں کہتا ہوں سچ کہتا ہوں اُسکو باز کرم ستیارتھ پرکاش میں ہرگز تبدیلیاں نہیں کرتے۔ یہ سماج پر الزام محض ہے۔ جس سے بندہ نے یہ نتیجہ نکالا کہ مہاشے رامچند متعصب ہیں۔ ورنہ انصاف کا خون کرنا

چوتھی وارد ہیں کہ عوام پنڈت بدھ دیو کے رویہ کو قابلِ اعتراض اور شکست فاش پر محمول کرتے ہیں۔ یہی حال مسیحیوں کے مناظرہ میں ہوا۔ کیونکہ ہندو مسلمان سب اس بات کے قائل ہیں کہ امسال سماج کو مسیحیوں اور سناتنیوں سے شکست فاش ہوئی۔ میں نہیں سمجھتا کہ مسیحی اور مسلمان کس معنی میں آپ کو سچا خیال کرتے ہیں +

اشتہارات

جگتجیت بڑووڈ انجینرنگ کالج امرتسر ۱۲/۲

یہ کالج دس برس سے جاری ہے۔ سینکڑوں پاس شدہ طلبا ہر ایک انجینرنگ ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہیں گورنمنٹ کے بہت سے حکام اور ہر محکمہ کے انجینروں نے یہاں کی تعلیم ضبط و نظم و نسق اور سٹاف کی تعریف فرما کر طلبا کو بھی ملازمت کے لئے نہایت عمدہ قرار دیا ہے۔ علاوہ سب اوورسیر اوورسیر اور سب انجینر کلاسز کے جن میں بیک وقت زاید طلبا تعلیم پا رہے ہیں مئی ۱۹۲۸ء سے ہم نے بجلی کی کلاسیں بھی کھولدی ہیں جسکے لئے انجن ہزاروں روپے کی منگوائی گئی ہیں اور سٹی اینڈ گلڈس لنڈن کے امتحان فرسٹ گریڈ کے طلبا کو بھی تیار کیا جاتا ہے۔ کالج کی روز افزوں ترقی کا اندازہ ملازم شدہ طلبا کی فہرست اور حکام کے سرٹیفکیٹ سے ہو سکتا ہے جو پراسپکٹس کیساتھ مفت بھیجے جاتے ہیں۔ پرنسپل

اشتہار ۳۶/۱۹

ڈاکٹر ایس کے ولیمس صاحب ایل ڈی ایس۔ سی ڈنٹل سرجن۔ لیٹ ڈنٹل سرجن۔ ہز ایکسلینسی دی گورنر آف بمبئی۔ ماہر فن دندان سازی الیکٹرک دستی ٹریٹمنٹ کے سپیشلسٹ ہیں اور مسیحیوں سے خاص رعایت کی جاتی ہے۔ جن اصحاب کو ان کی خدمات کی ضرورت ہو کشمیری دروازہ دہلی کے پتہ پر تشریف لائیں۔ تشریف لانے سے پہلے بذریعہ خط و کتابت ملاقات مقرر کریں ۔

یونائٹڈ کرسچن ہائی اسکول لدھیانہ

یہ بورڈنگ سکول مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے عرصہ دراز سے جاری ہے۔ مشن نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ پرائمری کی تین جماعتیں ایک انگریز خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اور چار خواتین اسکی مدد کرتی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔

شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ۔ کلاس فیس سرکاری شرح کے مطابق ہے۔ متفرق اخراجات عہ ماہوار فی طالب علم ہیں۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

نئے انتظام کے مطابق چالیس فی صدی غیر مسیحی بھی داخل ہو سکتے ہیں۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جرکشا ۱عہ سے پانچ تک اور کرد کو نول عہ سے ۱۰عہ تک مل سکتا ہے۔ مزید حالات پرنسپل و ہیڈ ماسٹر صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں +

بہت جلد ضرورت ہے ۱۲/۵

ڈفرن ہسپتال کوئٹہ کے لئے پورے طور پر ٹرینڈ نرس کی ضرورت ہے تنخواہ ۶۰ روپیہ ماہوار اور ایک ایسی ٹرینڈ کمپونڈر کی ضرورت ہے جو کلوروفارم دے سکے ٹرینڈ دائی کو ترجیح دی جائیگی۔ تنخواہ ۵۰ روپیہ ماہوار چھوٹے بچے نہوں۔ درخواستہائے معہ نقول اسناد بپتہ ذیل جلد بھیجیں:۔ لیڈی ڈاکٹر ڈفرن ہسپتال کوئٹہ

ضرورت ۲/۲

مشن سکول جلالپور جٹاں کیلئے ایک کرسچن جے۔ وی ورنیکلر ٹرینڈ سندیافتہ استاد کی ضرورت ہے۔ تنخواہ حسب لیاقت تجربہ دیجائیگی درخواستیں بنام ہیڈ ماسٹر مشن سکول جلالپور جٹاں آنی چاہئیں

اے۔ ایل۔ او۔ ای کے ٹریکٹ

خالی گھر کی تمثیل ۳ پائی
ہنگ موسے موتی کی تمثیل ۳ پائی
بے رحم نوکر تمثیل ۳ پائی
نجات ۱ پائی
دیکھتی بیٹی ۱ پائی
سوالات غور طلب ۱ پائی
صداقت دین عیسوی ۱ پائی
درخت بے ثمر اور باغبان یا عجیب پیار ۱ پائی
خود بینی و خود نمائی کی بلا۔ ۱ پائی
دو گھر کی تمثیل ۱ پائی
نعمان کوڑھی کا احوال ۱ پائی
اشرف المخلوقات ۱ پائی
نجات دہندہ کی ضرورت ۱ پائی
طوفان کی حکایت ۱ پائی
دنیا میں مسیحی مذہب کی ترقی اور موجودہ حالت ۱ پائی
ایک خوشنما باغ۔ ۱ پائی

اے۔ ایل۔ او۔ ای کے رومن ٹریکٹ

دلی سخاوت ۳ پائی
چمکنے والی پوشاک ۳ پائی
امانت بیش قیمت ۳ پائی
چمکدار پوشاک ۳ پائی
بولی کی کہانی ۳ پائی
بنارس کے دو جاتری ۳ پائی
دوائے عجیب کی تمثیل۔ ۳ پائی
بچوں کی شادی ۳ پائی
ٹوٹی ٹٹی کی تمثیل ۳ پائی
اعتماد راست گوئی ۳ پائی
غنچہ تمثیل ۳ پائی
سورج کی روشنی بہتر آنے ۳ پائی

سکرٹری پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور